

## فکری قومی تعبیر سے، عملی ملکی تعمیر کا حقیقی سفر۔

ملک خداداد پاکستان بڑی قربانیوں کے بعد معرض وجود میں آیا۔ لاکھوں مسلمانوں نے لا الہ الا اللہ کے نام پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔ معصوم بچے نیزوں پر اچھالے گئے۔ ماؤں بہنوں کی عصمتیں لٹیں۔ بزرگوں اور جانفروشنوں کے وجود کٹے۔ نوجوانوں کے توانا وجود ہولہان ہوئے۔ مگر وہ اپنے مقصد سے دستبردار نہ ہوئے اور حصول منزل کی جدوجہد میں ڈٹے رہے۔ کفر والجار کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گئے۔ اور بالآخر انکی لازوال قربانیوں کے نتیجے میں اللہ نے ہمیں پاکستان عطا کر دیا۔ حکیم الامت، شاعر مشرق علامہ اقبال کے حسین خواب کی تعبیر ہوئی۔ ہمارے اجداد کی ساہا سال کی قربانیاں رنگ لائیں۔ جنہوں نے بھوک و افلاس، کم دستی و بدحالی اور ظلم و ستم کا مقابلہ کر کے ہمارے لیے آسانیاں، خوشیاں، امن اور شانتی کا اہتمام کر دیا۔ ہمیں آزادی، امید، بچان اور روشن مستقبل فراہم کر دیا۔

مگر تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اسی پاکستان میں آج بددیانتی و بدعنوانی اپنے عروج پر ہے۔ بے حسی و لاپرواہی کا دور دورہ ہے۔ ایمانداری، دیانتداری، ناپید اور رشوت و سفارش کا راج ہے۔ سیاستدان، سرکاری افسران (Bureaucrats) فوجی جرنیل (Establishment) سرمایہ دار اور صنعت کار سبھی اس کرونا وائرس کے وبائی مرض میں مبتلا ہیں۔ ادارے اور محکمے دھڑلے سے رشوت وصول کرتے اور اور سرعام کرپشن کرتے ہیں۔ کام اور دستاویز (Work and Documents) کی نوعیت اور مسائل کی حیثیت کے مطابق ساہا سال سے طے شدہ نرخ اور قیمت وصول کی جاتی ہے۔ جس پر ذرا سی بھی شرمندگی و شرمساری محسوس نہیں کی جاتی۔ نہ انکے ضمیر بوجھل ہوتے ہیں نہ انکے رزق حلال کا تصور مجروح ہوتا ہے۔ اور سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ جرم کوئی جاہل، گنوار یا شہر کا غنڈہ نہیں بلکہ ہمارے معاشرے کا تعلیم یافتہ، باشعور اور عقل فہم رکھنے والا طبقہ کرتا ہے۔ اور جب کسی قوم اور معاشرے کی یہ اعلیٰ شرافت ایسی گھٹاؤنی غلطیوں کا تسلسل سے ارتکاب کرے تو اسے عذاب الہی سے بچانا شاید ناممکن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شریعت میں تورب العالمین بخشش عطاء فرمادیتے ہیں مگر قانون فطرت میں کوئی معافی نہیں ہوتی۔ اللہ کی سنت نہیں بدلا کرتی۔ مقافات عمل ہو کر رہتا ہے۔ گردشِ دوراں اپنے یقینی نتائج دکھا کر رہتا ہے۔ وقت کا پہیہ بلا تخصیص اپنی مخصوص سمت میں گھوم جایا کرتا ہے۔

چنانچہ جب آپ کوئی دعویٰ کرتے ہیں تو پھر اپنی بات کو بھرپور دلائل سے صحیح بھی ثابت کرنا چاہئے۔ لہذا ہم اپنے موقف کی سچائی ثابت کرنے کیلئے جامعہ سرگودھا کے شعبہ فارمیسی کے پروفیسر ڈاکٹر ساجد بشیر صاحب کی مثال پیش کرنے کی جسارت کریں گے۔ جو اسی ادارے میں گریڈ 21 کے افسر ہیں۔ وسیع تعلیمی و تدریسی تجربہ کی حامل شخصیت ہیں۔ کئی طلبہ و طالبات کو تحقیق و تعلیم میں راہنمائی اور اشاعت میں مدد کر چکے ہیں۔ کلیہ علم الادویہ Dean Pharmacy کے نگران اعلیٰ ہیں۔ اس سے پہلے نگران شعبہ ادویات Chairman Pharmacy، نگران الحاق کمیٹی Chairman Affiliation Committee اور یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے رکن Member Syndicate جیسے اہم مناسک پر اپنی خدمات انجام دے چکے ہیں اور بظاہر صوم و صلاہ کی بھرپور پابندی کرتے ہیں۔ مگر بد قسمتی سے جناب موصوف بددیانتی و بدعنوانی کا بھی بہترین مظاہرہ فرماتے ہیں۔ انتہائی مہارت سے کرپشن کرتے ہیں۔ انکا اپنا منفر د، جدید اور انوکھا طریقہ واردات ہے۔ جس سے انکے ہم عصر سائنسدان بھی حیران ہیں۔

یہ سال 2016 موسم بہار کا ذکر ہے کہ جناب موصوف نے اپنے ماتحت استاد Lecturer کو چار عدد تحقیقی مقالہ جات دیئے۔ ان کا باقاعدہ قانونی نگران بننے کا حکم صادر فرمایا۔ اور پھر اس کے بعوض یونیورسٹی کے خزانہ سے ملنے والی کم و بیش ڈیڑھ لاکھ کی رقم اسے نقد روپوں کی شکل میں واپس کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ کیونکہ ان طلبہ و طالبات نے اپنی مدد آپ کے

تحت تحقیق مکمل کی تھی۔ اور حالات و واقعات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں جان بوجھ ایسی ہی صورت حال میں مبتلا رکھا گیا۔ تاکہ ادارے اور نظام کو کامیاب دھوکہ دیا جاسکے۔ اور حقیقتاً انہوں نے بغیر کسی روایتی نگرانی (Supervision) ہی کے اپنا تحقیقی تحریری کام مکمل کیا تھا۔ اسی لئے محترم استاد نے لاعلمی اور بے خبری کا اظہار کیا تھا۔ اور اس کی اصولی ذمہ داری قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ جناب ڈین کو ایسی جرات اور رد عمل کی امید نہ تھی۔ اس نے اس استاد کو آڑھے ہاتھوں لیا اور بری طرح ڈانٹنا شروع کر دیا۔ سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ اور دفتر سے نکل جانے کا حکم صادر کیا۔ محترم استاد نے بدتمیزی اور بے عزتی پر مناسب رد عمل کا اظہار کیا، معقول رویہ اختیار کرنے کی گزارش کی۔ اور براہ راست ٹکراؤ سے گریز کیا۔ کیونکہ اس نے بھی اعلیٰ تعلیم کیلئے بیرون ملک جانا تھا۔ جسکی منظوری بحر حال اسی بد بخت کے ذریعے سے ہونی تھی۔ انہیں دنوں مصنف اس ادارے اور شعبے میں استاد Assistant Professor تھا۔ مجھے اس وقوعہ سے دکھ اور تکلیف محسوس ہوئی۔ چنانچہ اطلاعات اور معلومات کی تصدیق کا فیصلہ کیا گیا۔ علم و قلم کے وقار کو مجروح کرنے والوں کے خلاف کھڑے ہونے اور نظام کو خراب کرنے والوں کی مکروہ کوشش کو ناکام بنانے کا عزم کر لیا گیا۔ اور غرور و تکبر کو خاک آلود کرنے کا اعادہ کیا گیا۔ اور اگلے دن محترم استاد نے معاملے کی صحت اور معلومات کی درستگی کی تصدیق کی۔ اور اپنے موقف پر کھڑے رہنے کا وعدہ کیا۔ تو ہم نے اسکے حوصلہ و استقامت کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور پھر پورجرائٹ اور تائید کی یقین دہانی کرائی۔ اور پھر ڈین صاحب کے دفتر کا رخ کیا۔ جو مصنف کے براہ راست نگران افسر (Recent Boss) اور ادارے کے سربراہ تھے۔ سالانہ کارکردگی رپورٹ ACR-Annual Confidential Report مرتب کرتے تھے۔ جنکے پاس طاقت، اختیار اور اقتدار تھا۔ جو تکبر اور عنوت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ جنکے اشارہ اور پر لوگ بچھے چلے جاتے تھے۔ مصنف نے اس بددیانت اور مکروہ شخص سے دو بدو اور حقیقی ملاقات کی۔ یہ ہماری نجوش و حواس، تجلید اور تنہائی کی ملاقات تھی۔ جس میں اس نے تحقیقی مقالات جیسے بھیجے کا اعتراف کیا اور پھر دستخط کرنے کا حکم جاری کرنے کا بھی اقرار کیا۔ اور اسکے بعد کی صورت حال اور معاملات محترم استاد ہمیں پہلے ہی بتا چکے تھے۔ چنانچہ مصنف نے تنظیم الادویہ پاکستان Pharmacist Federation (Pakistan) کے راہنما، تنظیم اساتذہ پاکستان، جامعہ سرگودھا کے صدر، ماہرین ادویات کے معروف رسالہ الادویہ Pharmaceutical Review کے مدیر اعلیٰ Editor in Chief اور مجوزہ اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن Academic Staff Association کے سرکردہ نمائندہ جیسی مختلف حثیوں سے معاملے کی نزاکت اور سنگینی کو پوری گہرائی سے بھانپ لیا تھا۔ اور اپنے اصولی فیصلہ پر پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ کھڑا ہونے اور مناسبت کاروائی کا فیصلہ کر لیا۔ جس کا ڈین صاحب کو بھی ادراک ہو چکا تھا۔ اسی لئے خطرے کی گھنٹی بجتے ہی معاملہ فوری اور ہنگامی انداز میں پنپانے کی کوشش کی گئی۔ یہاں ڈین صاحب کے جھوٹ، بددیانتی اور کرپشن کو کئی طرح سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ ایم فل M.Phil کی سند کی وصولی کیلئے تحقیق Research مکمل کرنے اور مقالہ تحریر کرنے کیلئے ایک سال کا عرصہ دیا جاتا ہے۔ اس پورے عرصہ میں تحقیقی نگرانی کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ مجوزہ نگران کو پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ چار عدد محققین کی راہنمائی کر رہا ہے۔ ورنہ وہ یقیناً دستخط کرنے سے کبھی انکار نہیں کرتا۔ گویا تحقیق اور تحریر بغیر کسی باقاعدہ قانونی نگرانی ہی کے مکمل ہو گئی۔ جس کا اگر نگران استاد کو پتہ نہیں تو اس ادارے کے تعلیمی بورڈ Study Board فیکلٹی بورڈ Faculty Board اور اعلیٰ تحقیقی ادارہ Advanced Study Board کو بھلا کیا پتہ ہوگا۔ پھر طلبہ اور نگران استاد کے انتخاب اور تعیناتی کا مخصوص اصولی و قانونی طریق کار ہے۔ جو مذکورہ بالا اداروں سے ہوتا ہوا بالآخر رجسٹر آف انس سے باقاعدہ خط Notification کی شکل میں جاری کیا جاتا ہے۔ مگر جناب ڈین نے سرکاری و دفتری طریق کار اور قانونی دستاویز University Statute کی خلاف ورزی کی۔ یونیورسٹی انتظامیہ اور افسران کو کامیاب چکمہ دیکر خود نگران بنا۔ پھر راتوں رات محترم استاد کو نگران بنا ڈالا۔ جس کے انکار پر شعبہ فارمیسی، جامعہ سرگودھا عجیب بے بسی و بے کسی کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔ اس طرح تو شاید کسی سبزی منڈی، مچھلی منڈی یا مویشی منڈی میں بھی نہ ہوتا ہوگا۔ وہاں بھی کچھ اصول اور طریق کار ہوتے ہیں۔ مگر یہ پتھر کے زمانے کے بادشاہ عالیہ اپنی ذات ہی میں دستور اور قانون ہیں۔ جو سارے فیصلے خود ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر تمام اہم فیصلے جناب عالی جاہ نے ہی فرمانے ہیں تو پھر سٹڈی بورڈ، فیکلٹی بورڈ، اور ایڈوائس سٹڈی بورڈ کے اجلاس بلانے، قومی خزانے سے اخراجات کرنے اور ماہرین کو دوسرے اداروں اور شہروں سے بلانے کا تردد کیوں کیا جاتا ہے۔ ایک ہی شخص کو بھرپور انداز میں بددیانتی کرنے اور قانون شکنی کا کھیل کھیلنے کے لئے کھلا میدان فراہم کر دینا چاہئے۔ ان تمام تر حالات کے تناظر میں ہم بڑے اعتماد اور یقین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ساجد بشیر صاحب کی کرپشن کے عنوانات جامعہ سرگودھا کے ڈاکٹر ریاض الحق طارق بلاک کی درو دیوار پر درج ہیں۔ اور یہ نقوش عرصہ دراز تک موجود رہینگے۔ جو تاریخ کا حصہ بن کر ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو چکے ہیں۔ یہ مقامی اور بین الاقوامی اداروں میں بڑی تفصیل سے شائع بھی ہو چکے ہیں۔ جنکی مذید تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل برقی معلوماتی ذرائع web links بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

<https://pharmareview.wordpress.com/2017/02/05/review-of-corruptions-of-prof-dr-sajid-bashir-chairman-and-dean-pharmacy-university-of-sargodha-2/>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/13-iqbal-and-dr.-rifat-.pdf>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/12-uos-corruption-doi-10.13140lg.2.2.14491.31526-.pdf>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/10-current-pharmacy-.pdf>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/7-correct-of-pharm-insti-start-of-progress.pdf>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/6-indust-unit-uos.pdf>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/15-iqbal-and-dr.-rifat-3.pdf>

<https://consortiumpublisher.ca/index.php/cjas/article/view/60>

<https://pharmareview.files.wordpress.com/2020/03/23-current-academic-and-institutional-review.pdf>

اسکے علاوہ ایک اور مثال ادویات سازی کے منصوبہ میں مشینوں اور دیگر آلات کی خریداری میں سنگین بدعنوانی و بددیانتی ہے۔ جس میں جناب ڈین فارمیسی کا کلیدی کردار ہے۔ موصوف خرید کمیٹی Purchase Committee کے رکن ہیں اور پورے منصوبہ کے تکنیکی ماہر Technical Expert ہیں۔ جنہوں نے یونیورسٹی انتظامیہ کو نئی Brand New اور جدید کا جھانسنہ دے کر پرانی اور استعمال شدہ مشینری دے ڈالی۔ اور ادارے کو لاکھوں روپے کا چونا لگا دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق یونیورسٹی میں ادویہ سازی کے شعبہ کے بانی پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال نے 2005 میں جب اس شعبہ کی بنیاد رکھی۔ تو انہوں نے ادارے کے زیر انتظام ادویات بنانے کا بھی منصوبہ بنایا تھا۔ اس خواب کو عملی شکل دینے میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری نے جی جان سے محنت کی۔ شہر سرگودھا کو خوش آب پانی، یونیورسٹی ہسپتال، انواع اقسام کے پودوں کی فراہمی Plant Nursery کے ساتھ ادویات سازی کا ہنر بھی دینے کا فیصلہ کیا۔ جس میں دیگر منصوبہ جات تو اپنی عملی شکل میں کامیاب ہو گئے۔ مگر بد قسمتی سے جناب ڈین جیسے بددیانت افسران کی بدولت ادویات سازی کا منصوبہ گیارہ سال بعد بھی تشنہ تکمیل ہے۔ جس کی سفارش Approval پر ادارے نے اس منصوبے کے لئے کم و بیش چار کروڑ کی مشینری خریدی۔ جن کے بالترتیب خرید نمبر UOS/ RC/11-412 مورخہ 21.08.2011، UOS/RC/10-160 مورخہ 25.5.2010، UOS/RC/11-616 مورخہ 18.10.2011 ہیں۔ اس شخص نے اندرون خانہ مشینری فراہم کرنے والی کمپنیوں سے ملی بھگت کی ہوئی تھی۔ اپنے چھوٹے سے فائدے کیلئے ادارے کا کروڑوں کا نقصان کر دیا ہے۔ اور پھر اپنی کرپشن کو چھپانے اور منصوبہ کو ناکام بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اور اپنے مقصد اور مشن میں بالآخر سرخرو ٹھہرے۔

اس کے علاوہ جناب ڈین فارمیسی نے سیشن 2011-13 کے ایم فل فارماسیوٹکس M.Phil-Pharmaceutics کی پوری 15 طالب علموں پر مشتمل کلاس کی حیرت انگیز طور پر نگرانی Supervision کی ہے۔ انہوں نے اپنے آفس کے اختیار، عہدہ اور طاقت کا استعمال کر کے ادارے کو تقریباً پانچ لاکھ روپے کا ٹیکہ لگایا۔ کیونکہ سرکاری سطح پر ہر طالب علم کی کامیابی پر حکومت نگران استاد کو تقریباً Rs.33000 فی طالب علم کے حساب سے رقم ادا کرتی ہے۔ اس فیصلہ کو پہلے مقامی فیکلٹی بورڈ (یا بورڈ آف اسٹڈی) کے ذریعہ منظور کیا گیا۔ پھر 19 اپریل 2013 کو نوٹیفکیشن نمبر UOS/ACAD/464 dated April 19, 2013 کے تحت ناقابل یقین حد تک ایڈوانس اسٹڈی بورڈ اور رجسٹرار آفس نے بھی منظوری دی گئی۔ اسکے ساتھ ایک سال میں تقریباً 35 محققین کی تحقیقی نگرانی کرنے اور ادارے اور پیشے کو تقریباً ساڑھے گیارہ لاکھ کا ٹیکہ لگانے کا اعزاز بھی اسی مہمان شخصیت کو حاصل ہے۔ جس کے لئے شاندار تمغہ امتیاز اور صدارتی نشان فضیلت کے ضرور حقدار ہیں۔ اور موجودہ حکومت کے حالیہ برے حالات اور سرکاری اداروں کی متضمانہ اور خراب کارکردگی کے تناظر میں ممکن ہے یہ کارنامہ بھی انجام دے دیا جائے۔ حالانکہ موصوف کا مذکورہ فعل ہائز ایجوکیشن کمیشن کے قواعد Guidelines کی خلاف ورزی ہے، فارمیسی کونسل کی تجاویز سے روگردانی ہے، شعبہ فارمیسی جامعہ سرگودھا کے دیگر اساتذہ کی قابلیت و اہلیت پر سوالیہ نشان ہے، جامعہ سرگودھا کی انتظامیہ کی نااہلی کا ثبوت اور قانون و انصاف کی بالادستی کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ہم یہاں رانس جامعہ Vice Chancellor کی ہمت اور حوصلہ کو بھی یقیناً داد دینگے۔ جنہوں نے پوری جانکاری کے باوجود ڈین صاحب کو برداشت کیا، پھر دوبارہ نامزد کیا اور عرصہ دراز تک کسی رقیب جاں کی طرح ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔ ہم انکے انتخابی معیار اور اصولی طریق کار کو بھی شوق سے جاننا چاہیں گے جسکے تحت انہوں نے اس بددیانت و بدعنوان کو نامزد کیا۔ پھر وزیر اعلیٰ پنجاب اور گورنر ہائوس سے منظوری لی۔ مذکورہ دونوں ادارے بڑی محنت اور جانفشانی سے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں مصروف کار ہیں۔ مگر شاندار جلدی اور عجلت میں اسکی پیشہ ورانہ کارکردگی اور عملی کاروائیوں پر صحیح طرح سے کام نہیں کر پائے۔ جسکے لئے ہم انہیں نشانہ ہی کر کے اور انگلی رکھ کر حقیقی معلومات تک رسائی دے سکتے ہیں۔ اور براہ راست دلائل و شواہد فراہم کر سکتے ہیں۔

پھر تعلیمی اداروں اور تدریسی حلقوں میں ممکن ہے ایسی مثال بھی بہت کم ہو کہ کسی ماتحت افسر نے اپنے سربراہ کو براہ راست اور تحریری طور پر بددیانت کہا ہو۔ مصنف نے اپنا خط نمبر No.: 171/Pharm/ 2017 مورخہ 17 جنوری، 2017 کو داخل دفتر کرایا تھا (عکس منسلک)۔ جس میں براہ راست اور صریح الفاظ میں اسے بددیانت اور کرپٹ کہا گیا۔ چنانچہ ایک

No.: 171/Pharm/ 2017  
January 24, 2017

**Prof. Dr. Sajid Bashir**  
Dean/ Chairman  
Faculty of Pharmacy  
University of Sargodha

Sub.: **Explanation of Letter No. UOS/Pharm/4692 Dated 17.1.2017**

In response of your subjected cited letter, it is very humbly stated that you are a dishonest and biased officer. I have so many different evidences of your corruptions. Therefore, I'm not comfortable to share my scientific and professional information with you.

Regards;



زمانہ جانتا ہے کہ جناب ڈین کی کرپشن کی مصنف نے بانگ دہل مخالفت کی۔ اپنے شعبہ ادویات اور جامعہ سرگودھا میں اکیلا اور واحد شخص تھا جو مستقل مزاجی سے مقابلہ کرتا رہا۔ اور آج بھی اپنے دلائل اور ثبوت کیساتھ اپنی رائے اور موقف پر مضبوطی سے کھڑا ہے۔ اسی ادارے میں اسے چھ ماہ تک دفتر تو کیا بیٹھنے کے لئے کرسی تک نہ فراہم کی گئی۔ جب جناب وائس چانسلر سے براہ راست ملاقات کر کے تدریسی و تحقیقی سہولیات کی فراہمی کی گزارش کی تو فرمایا گیا کہ بھلا استاد کو ان چیزوں کی کیا

ضرورت ہے، وہ تو چلتا پھرتا ادارہ ہے۔ چنانچہ تعلیم و تدریس کا وسیع تجربہ رکھنے والی اعلیٰ پائے کی شخصیت نے دنیا کی بہترین سہولیات سے مزین دفتر میں بیٹھ کر لائبریری، کھلے میدان Play grounds اور کینف ٹیریا میں بیٹھنے کا بھاشن دے ڈالا۔ لیکن ہم بھی کیسے عجیب چاک گریباں، ضمیر کے قیدی، علم و قلم کے رسیا اور زلف یار کے اسیر لوگ ہیں۔ جو عشق و حریت کا علم تھا مے آنے والے سنگین نتائج سے بے پروا ہو کر اپنی جدوجہد میں مصروف کار رہتے ہیں۔ آج کے دور میں دنیاوی نقطہ نظر سے گھائے کا سودا کرنے والے شوریدہ سر بھلا کہاں ملتے ہیں۔ جو اپنے موقف کی کسی عاشق بے مراد کی طرح پرستش کرتے ہوں۔ میرا بہترین دوست اور عظیم ساتھی محمد اقبال اسی جرم کی پاداش میں پہلے اپنی ملازمت سے محروم ہوا۔ پھر اس جہان فانی سے کوچ کر کے دسمبر 2018 کو ابدی زندگی کی طرف لوٹ گیا۔ جس نے سلطانی گواہ بن کر بہترین سرکاری مراعات اور اعلیٰ درجے کی سہولیات کی پیشکش ٹھکرا دی۔ جو اکیلا پورے گروہ کے سامنے سیدسہ پلائی دیوار بن گیا۔ اپنی ذات ہی میں تنہا ایک لشکر بن گیا۔ لوگ تو اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کے لئے بہت کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ کیا عجیب شخص تھا کہ جناب وائس چانسلر اور اسکے پروردہ گروہ کی معمولی سی جھوٹی بات بھی نہیں مان سکا۔ جس سے ہم اسکے اخلاق اور کردار کی رفعت و عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور وہ یقیناً حق گوئی، قربانی اور شہادت کے میدان میں ہم سب سے بازی لے گیا۔ اور اللہ رب العالمین کے حضور سرخرو ہو گیا۔ لیکن ہم پھر بھی اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ ماہرین ادویات کے عظیم قائد اور ادویاتی تنظیم PPA کے نائب صدر جناب اطہر چوہدری کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا، ہم پھر بھی نہ جھکے، نہ چھپے اور نہ ہی بک سکے۔ پھر مصنف کو 6 ماہ تک تمام تر تعلیمی، تدریسی اور تحقیقی ذمہ داریوں Work Load سے محروم کر دیا گیا۔ فکر و نظر کو بدلنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا۔ سچی بات کرنے اور حق کا ساتھ دینے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی۔ 2 بار جامعہ سرگودھا کی ڈین کمیٹی Dean Committee کے سامنے پیش ہونے کے احکامات جاری اور موصول ہوئے۔ بدیانتی و بدعنوانی پر خاموشی اختیار کرنے کا مفید اور مخلصانہ مشورہ دیا گیا۔ سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی موصول ہوئیں۔ لیکن یہ بھولے پنچھی بھلا کیا جانیں کہ، ڈرائیں گی بھلا کسے، یہ راستے کی سختیاں غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے۔

انکی معصومیت اور بھولپن پر ترس کھانا چاہئے۔ اور مصنف کو ان حالات میں احساس ندامت بھی ہوا کہ شاید انہیں پہچاننے میں غلطی ہوئی ہے۔ یا ہماری طرف سے کوئی کمی رہ گئی، یا کسی مقام پر کسی درجے کی سستی کو تانا ہی سرزد ہو گئی ہے۔ ان بد بختوں کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ علم و قلم اور فکر و نظر کو پابند بھی کیا جا سکتا ہے۔ ڈرا اور دھمکا کر حق اور سچ کو دبا یا بھی جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ کیسے تصور کر لیا کہ طاقت، اقتدار اور اختیار کے زور پر حقیقی موقف کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ بھلا کوئی دریاؤں کو روکنے میں بھی کامیاب ہوا ہے۔ روشنیوں اور اجالوں کی کوئی سرحد نہیں ہوا کرتی۔ خوشبو خود ہی سے مہکتی اور بکھرتی چلی جاتی ہے۔ سچائی کا کوئی مسکن اور ملک نہیں ہوتا۔ قوم، نسل اور رشتے سب پیچھے رہ جاتے ہیں جب میدان کر بلا تجتا ہے اور فلسفہ حسین کے پاسداران نمودار ہوتے ہیں۔

چنانچہ جب اس پیشہ ورانہ، اصولی و قانونی لڑائی کو جب گھروں اور خاندانوں تک پھیلا یا گیا۔ جسکے خلاف احتجاج ہوا تو جناب وائس چانسلر نے کسی محبوب حسینہ کی طرح اپنی مصنوعی لیلی کا دفاع کیا۔ کیونکہ یہ بد بخت چتر میں الحاق کمیٹی تھا۔ اسکی خوشی اور تحفظ، قانون و انصاف کے تقاضوں سے کہیں زیادہ عزیز تھا۔ اور ہماری بات سنی ان سنی کر دی گئی۔ جناب وائس چانسلر

نے ہمیں قانونی عدالت Court of Law میں جانے تک کا مشورہ دے دیا۔ یعنی اگر ہم عدالت عالیہ میں بھی چلے جائیں تو پھر بھی "جو من کو بھائے، وہی سہاگن" ٹھہرے گی۔ ہم جناب محترم المقام کو یہ کہہ کر واپس آگئے کہ اگر ہم عدالت جائینگے تو حزب مخالف میں یقیناً آپ کا بھی نام آئے گا۔ عوام الناس میں بھرم نہیں رہے گا۔ نظریاتی و فکری تعلق کی توہین کا پہلو نمایاں ہوگا۔ اس لئے ہم اس راستے پر نہیں جائینگے۔ اس مجلس میں زرعی کالج، جامعہ سرگودھا کے ڈین بھی موجود تھے۔ چنانچہ جان جاناں کے اس انجان تحفظ کا راز بہت بعد میں جا کر کھلا۔ مگر ہم پھر بھی کسی مجنوں زیرستم، وفاؤں کے سوداگر اور عاشق با مراد کی طرح اپنے اصولی موقف پر قائم رہے۔ ہمیں اپنے حالات اور کیفیات بتانے میں عظیم شاعر جناب مظفر وارثی نے آسانی فراہم کر دی کہ

زندگی کا سفر کاٹنا ہے اگر، آگ پر رقص کرنے کا فن سیکھ لے۔  
 سب کریں گے تیرے درد پر رشک بھی، سب کی آنکھوں میں ہونگے تیرے اشک بھی  
 سب کے ہاتھوں پہ چاہے تیرا خون ہو، تو مگر ساری دنیا کا ممنون ہو  
 دوسروں سے نہیں ہے ترا واسطہ، تیرے اندر بھی ہے اک کٹھن راستہ  
 اک سمندر سی ہو گی تیری ذات بھی، اور گہرائی جیسے خیالات بھی  
 آدمی نام ہے شوقِ تعمیر کا، ایک ہی زرخ نہ ہو تیری تصویر کا  
 گونج اٹھے گا فضاؤں میں تیرا ہوا، قطرے قطرے سے ہوگا نمودار تو،  
 جسم چاہے جلے روح پھولے پھلے، جینا چاہے تو مرنے کا فن سیکھ لے۔  
 دامنوں میں سمیٹے گی دنیا تجھے، ٹوٹنے کا کھرنے کا فن سیکھ لے۔  
 زخم جاں کی مہک جائے گی دور تک، جھوم کر آہ بھرنے کا فن سیکھ لے۔  
 حوصلے کی ضرورت ہو تجھ کو اگر، ہضمیری سے لڑنے کا فن سیکھ لے۔  
 بس اک کام کر مشعلیں تھام کر، پانیوں میں اترنے کا فن سیکھ لے۔  
 چاند کی دھول بن دھول کا پھول بن، سنگ میں رنگ بھرنے کا فن سیکھ لے۔  
 محفلوں میں رہا اب مظفر ذرا، مقتلوں سے گزرنے کا فن سیکھ لے۔

چنانچہ ایسے حالات میں مثبت تبدیلیاں نہیں برپا ہوا کرتیں۔ فطرت اپنے زمانے کے لوگوں اور قوموں سے وہی سلوک روا رکھتی ہے جسکے وہ یقیناً حقدار ہوتے ہیں۔ غلطیوں اور گناہوں کے جلد یا بدیر نتائج برآمد ہو کر رہتے ہیں۔ معافی اور درگزر کی فلسفیانہ تشریح اپنی جگہ، مگر قانون قدرت میں مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں ہوا کرتی، کیونکہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیر ما بانفسہم۔ (القرآن) ترجمہ: بیشک اللہ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا، حتیٰ کہ وہ خود اپنے اعمال کی تصحیح نہ کر لیں۔ جس کی علامہ اقبال نے کچھ یوں تفسیر فرمائی ہے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

چنانچہ ہم یقیناً "توراہ نور و شوق ہے، منزل نہ کر قبول" کے مصداق تمام تر نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنا سفر جاری رکھیں گے۔ اللہ کے شیر صرف اپنے خالق و مالک ہی کے وفادار اور اسی سے ڈرتے ہیں، نبی محترم ﷺ کے غلام کسی اور کی غلامی نہیں قبول کرتے۔ اور اقبال کا شاہین کبھی تند با مخالف سے نہیں گھبراتا (انشاء اللہ)۔

ڈاکٹر ظہار نذیر Ph.D

مدیر اعلیٰ: رسالہ الادویہ، PHARMACEUTICAL REVIEW

ISSN: 2220-5187 | <http://pharmaceuticalsreview.com>

+1(647)526-0885 | [tahanazir@yahoo.com](mailto:tahanazir@yahoo.com)